چشتی صوفیاء کے ملفوظاتی ادب میں تربیتِ اسلامی کے اصول و مناہج کا تحقیقی مطالعہ

A Research Study of the Principles and Methodologies of Islamic Training in the Malfuzat Literature of Chishti Sufis

Mr. Ijaz Rassul
PhD Scholar,
Department of Islamic Studies & Arabic, Gomal University,
D.I. Khan, KPK, Pakistan
Email: ijazbhatti4649@gmail.com
Iram Malik
MPhil Scholar,
Department of Islamic Studies & Arabic, Gomal University,
D.I.Khan, KPK, Pakistan
Email: malikerum1995@gmail.com
Dr. Muhammad Naseer
Assistant Professor,
Department of Islamic Studies & Arabic, Gomal University,
D.I.Khan, KPK, Pakistan
Email: m.naseer7119@gmail.com

Abstract
The respected Sufis of Islam present a reflection of the social, political, and intellectual conditions of their respective eras and provide an account of the scholarly, moral, and religious activities of their times. Their sayings and teachings not only serve as valuable guidance for education and character building but also constitute an important source from historical and cultural perspectives. If the Malfuzat literature is also incorporated into the study of the Islamic history of India, the historical narrative of Islam in the Indian subcontinent can attain a more comprehensive, authentic, and reliable form.In this regard, the Malfuzat of the Chishti Sufis constitute a valuable resource for Islamic training and education in its religious, moral, and historical dimensions. In the following discussion, I will shed light on the principles and methodologies adopted by the Chishti Sufis for Islamic training and character development. The principles and methodologies adopted by the Chishti Sufis for the Islamic training of their disciples and spiritual seekers, as reflected in their Malfuzat literature, were not confined merely to the understanding of the Qur'an; rather, they extended to the practical training and spiritual development of the seekers. They emphasized that the Qur'an should be understood in both its outward and inward dimensions so that

the spiritual development and purification of the individual could be achieved.In their approach to Islamic training, the Chishti Sufis regarded Shariah and Tariqah as inseparable and complementary, maintaining that Tariqah without Shariah and Shariah without Tariqah remain incomplete. This perspective serves to refute several contemporary misconceptions regarding the relationship between Shariah and Sufism. Furthermore, the Chishti Sufis regarded the Qur'an as the primary source of Sufism and subordinated every spiritual principle to Qur'anic teachings, thereby discouraging self-formulated and unauthenticated theories.One of their prominent principles was the practical interpretation of the Qur'an, whereby they did not restrict themselves to verbal teachings but demonstrated the practical application of Qur'anic guidance through their own lives. Likewise, they adopted the methodology of Muraqabah (spiritual meditation) and Mushahadah (spiritual contemplation and witnessing) as means of remembrance and reflection, considering them effective means of inner purification and attaining closeness to Allah.
Keyword: Chishti Sufis, Malfuzat, Islamic Training, Qur'anic Teachings, Shariah and Tariqah, Practical Qur'anic Interpretation, Muraqabah, Mushahadah, Spiritual Purification

تعارف

صوفیہ ؒکرام اپنے عہد کے سماجی، سیاسی اور علمی حالات کی جھلک پیش کرتے ہیں اور زمانے کی علمی، اخلاقی اور دینی سرگرمیوں کا بیان فراہم کرتے ہیں۔ انکے اقوال وارشادات نہ صرف تعلیم وتربیت کے لیے رہنما ہیں بلکہ تاریخی اور تمدنی حوالوں سے بھی ایک معتبر ماخذ ہیں۔ تاریخی مطالعے میں ملفوظات کو بھی شامل کیا جائے تو ہندوستان کی اسلامی تاریخ زیادہ جامع، مستند اور معتبر صورت اختیار کر سکتی ہے۔ اس اعتبار سے چشتی صوفیاء کے ملفوظات، دینی، اخلاقی اور تاریخی تمام جہات میں تربیتِ اسلامی میں ایک قیمتی وسیلہ ہیں۔ یہاں چشتیہ صوفیاء کے تربیتِ اسلامی کیلئے اختیار کئے گئے اصول و مناہج پر روشنی ڈالوں گا۔

ملفوظات کی اہمیت

صوفیانہ ادب میں ملفوظات کو نہایت اہم مقام حاصل ہے، کیونکہ ان میں صوفیہ ؒکرام کی تعلیمات، تجربات اور افکار نہایت سادہ مگر مؤثر انداز میں محفوظ ہو جاتے ہیں۔ یہ صرف روحانی رہنمائی ہی فراہم نہیں کرتے بلکہ مختلف علمی اور ادبی پہلوؤں کو بھی اجاگر کرتے ہیں۔ چنانچہ ملفوظات کے مطالعے سے نہ صرف تصوف کی روح سمجھ میں آتی ہے بلکہ اس دور کی فکری، سماجی اور تہذیبی جھلک بھی نمایاں ہوتی ہے۔ محمد فیصل خان رضوی لکھتے ہیں:

صوفیہ ٔکرام کے ان ملفوظاتِ عالیہ کی مختلف حیثیتیں ہیں۔ دینی و علمی، روحانی و اخلاقی، ادبی و لسانی، سوانحی اور تاریخی و ثقافتی اعتبار سے ان کو نمایاں ترین مقام حاصل ہے۔[1]

ملفوظات کی اہمیت محض صوفیانہ تعلیمات تک محدود نہیں بلکہ اس کے مختلف جہات ہیں۔ ان میں دینی اور علمی پہلو نمایاں ہوتے ہیں جو انسان کو روحانی و اخلاقی تربیت فراہم کرتے ہیں۔ اسی کے ساتھ ملفوظات ادبی و لسانی اعتبار سے بھی بڑی قدر و قیمت رکھتے ہیں کیونکہ ان میں زبان کی سادگی، تاثیر اور فکری گہرائی موجود ہوتی ہے۔ مزید بر آں یہ صوفیہ ٔکرام کی سوانح اور ان کے حالاتِ زندگی کو بھی محفوظ رکھتے ہیں۔ تاریخی اور ثقافتی نقطۂ نظر سے بھی ملفوظات اپنے عہد کی تہذیبی روایات اور معاشرتی حالات کی عکاسی کرتے ہیں، اس لیے ان کا مطالعہ نہایت اہم ہے۔

ملفوظات کا تعارف

صوفیانہ ادب میں ملفوظات ایک نمایاں اور مؤثر صنف کی حیثیت رکھتے ہیں، جن کے ذریعے صوفیہ ٔکرام کی تعلیمات اور روحانی افکار محفوظ ہو جاتے ہیں۔ یہ دراصل وہ ارشادات اور اقوال ہوتے ہیں جو صوفیہ اپنی مجالس میں بیان فرماتے ہیں اور مریدین یا معتقدین انہیں قلم بند کر لیتے ہیں۔ اس طرح ملفوظات نہ صرف تصوف کی عملی اور فکری روایت کو محفوظ کرتے ہیں بلکہ صوفیانہ افکار کی تفہیم میں بھی بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ ملفوظات کا معنی و مفہوم اور ان کی حقیقت و ماہیت اور ان کی روایت و اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے پروفیسر طلحہ رضوی برق دانا پوری لکھتے ہیں:

ملفوظات دراصل صوفیائے کرام و عرفائے عظام کے اقوال واذکار کی تحریری شکلیں ہیں[2]

ملفوظات کی اصل حقیقت واضح ہوتی ہے کہ یہ صوفیہ ٔکرام اور عرفائے عظام کے اقوال و ارشادات کی تحریری صورت ہیں۔ صوفیہ کی مجالس میں جو روحانی، اخلاقی اور اصلاحی گفتگو ہوتی تھی، اسے مریدین نہایت اہتمام سے قلم بند کر لیتے تھے اور بعد میں یہی تحریریں ملفوظات کی شکل اختیار کر لیتی تھیں۔ ان میں تصوف کے بنیادی اصول، اخلاقی تعلیمات اور روحانی تجربات کی جھلک ملتی ہے۔ اس اعتبار سے ملفوظات نہ صرف تصوف کی تعلیمات کو محفوظ رکھنے کا ذریعہ ہیں بلکہ یہ صوفیہ کی فکر، طرزِ تعلیم اور روحانی مزاج کو سمجھنے کے لیے بھی نہایت اہم ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

تعلیم و تربیت بذریعہ ملفوظات

ملفوظات صوفیہ کرام کی تعلیم و تربیت کا ایک مؤثر ذریعہ ہیں، جو نہ صرف روحانی رہنمائی فراہم کرتے ہیں بلکہ اخلاقی و فکری تربیت میں بھی مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ تصوف کی آمیزش نے ادب اور شاعری کے ذریعے انسانی رویوں اور احساسات کی اصلاح کی، اور سامعین و مریدین میں بلند کردار و شعور پیدا کیا۔ اس طرح ملفوظات کی تربیتی حیثیت واضح اور نمایاں ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر نفیس اقبال لکھتے ہیں:

تصوف کی آمیزش نے عاشقانہ شاعری کے مزاج کی اصلاح کر کے تصورِ محبت کو بلند کیا۔ اظہارِ محبت میں ادب، شائستگی اور وقار و متانت کے پہلو نکالے۔ صوفی شعرانے قصیدہ گوئی کو خوشامد سے پاک کیا۔ تصوف کی بدولت فلسفہ بھی شاعری میں داخل ہوا اور شاعری میں انسان کی عزتِ نفس کا خیال پیدا کر کے انسان کو بتایا کہ وہ کون و مکاں تسخیر کر سکتا ہے"۔[3]

ملفوظات نہ صرف صوفیانہ تعلیمات کا مجموعہ ہیں بلکہ انسانی تربیت و اخلاقی ترقی کا بھی مؤثر ذریعہ ہیں۔ صوفی شاعری کے ذریعے محبت، ادب اور وقار کے پہلو اجاگر کیے گئے، جبکہ فلسفہ اور انسانی عزتِ نفس کی تعلیم بھی شامل کی گئی۔ صوفیہ کرام نے اپنی تربیتی گفتگو میں سامعین کو نہ صرف روحانی بلندی عطا کی بلکہ ان کے ذوق اور شعور کو بھی متوازن اور متحمل بنایا۔ یوں ملفوظات ایک ایسا جامع ادبی اور تربیتی وسیلہ ہیں جس نے انسانی فکر و کردار کی اصلاح میں بنیادی کردار ادا کیا۔

تربیتِ اسلامی بذریعہ ملفوظاتی ادب

ملفوظاتی ادب صوفیہ کرام کی تعلیمات اور دینِ اسلام کی تبلیغ کا ایک مؤثر ذریعہ رہا ہے۔ ہندوستان میں فارسی زبان کے غلبے کے دور میں صوفیانہ تعلیمات، اخلاقیات اور تبلیغی مضامین زیادہ تر فارسی میں قلم بند کیے گئے۔ مکتوبات، ملفوظات اور دیگر تصوف کی کتابیں بعد میں اردو میں منتقل ہوئیں، جس سے عام عوام تک دین کی تعلیم اور صوفیانہ افکار کی رسائی میں اضافہ ہوا۔ طفیل احمد مصباحی لکھتے ہیں:

انقلاب 1857ء سے پہلے تک چوں کہ ہندوستان میں فارسی زبان کا غلبہ تھا، اس لیے یہی افہام و تفہیم اور دعوت و تبلیغ کی زبان ٹھہری اور اخلاق و تصوف پر مشتمل بیشمار کتب و رسائل فارسی میں تحریر کیے گئے۔ مکتوبات و ملفوظات کے علاوہ مستقل کتبِ تصوف بھی وجود میں آئیں، جو آگے چل کر اردو میں منتقل ہوئیں۔[4]

ملفوظاتی ادب نے دینِ اسلام کی دعوت و تبلیغ میں کلیدی کردار ادا کیا۔ 1857ء سے قبل فارسی زبان میں تحریر شدہ کتب اور رسائل صوفیانہ تعلیمات کے بنیادی وسائل تھیں۔ مکتوبات اور ملفوظات نے نہ صرف

اخلاق و تصوف کی تعلیم کو محفوظ رکھا بلکہ آئندہ نسلوں تک منتقل بھی کیا۔ بعد ازاں یہ کتب اردو میں منتقل ہوئیں، جس سے عوامی سطح پر تعلیم و تربیت اور دینی آگاہی میں اضافہ ہوا۔ اس طرح ملفوظاتی ادب ایک ایسا ذریعہ ہے جس نے نہ صرف روحانی بلکہ تعلیمی اور تبلیغی مقاصد کی تکمیل میں اہم کردار ادا کیا۔

چشتی صوفیاء کا ملفوظاتی ادب اور اصول تربیتِ اسلامی

چشتی صوفیاء کے اقوال و ملفوظات کی روشنی میں آیات قرآنیہ کی تفاسیر میں ایک اصول یہ نظر آتا ہے کہ ان کے نزدیک شریعت و طریقت دونوں جدا جدا نہیں بلکہ دونوں ایک دوسرے کیلئے لازم و ملزوم ہیں۔

شریعت و طریقت میں لزومیت کا اصول

چشتی صوفیاء کے ملفوظاتی ادب و سیرت میں تربیتِ اسلامی کے اصولوں میں خاص اصول و منہجِ تصوف ترکِ رہبانیت ہے جسکی تعلیم و تربیت دی گئی جیسا کہ رہبانیت سے متعلق سلسلہ چشتیہ کے صوفیا نے ترک دنیا کا وہ پہلو اختیار کیا جس کی تعلیم قرآن و حدیث یعنی شریعت میں ہے کہ شادیاں کی جائیں بیوی بچے ہوں انکی پرورش کی ذمہ داری بھی اٹھائیں اور اللہ کو پانے کیلئے عبادت ریاضت بھی کی جائے اس کی صوفیائے چشت کی سیرت میں دو صورتیں نظر آتی ہیں۔

پہلی جائز صورت: (جسے صوفیائے چشت نے اختیار کیا) جائز صورت کا پس منظر یہ ہے کہ جب اولیاء کرام پہلے وقتوں میں دین اسلام کی تبلیغ کے لیے مختلف علاقوں میں جاتے تھے، وہاں دو صورتیں ہوتی تھیں۔ ایک یہ کہ وہاں پر پہلے سے مسلمان موجود نہیں ہوتے تھے یا بہت ہی کم تعداد میں ہوتے تھے تو وہ کسی مناسب جگہ پر ڈیرہ جما لیتے تھے، پھر آہستہ آہستہ اسلامی تعلیمات کا پرچار کرتے تھے، بلکہ خود عملی نمونہ پیش کرتے تھے۔ لوگ متاثر ہو کر اسلام کی طرف آنا شروع ہو جاتے تھے۔ یا پھر دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ بعض جگہ پر پہلے سے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے حوالے سے کچھ نہ کچھ کام ہوا ہوتا تھا اور وہاں کسی اللہ کے ولی کا ڈیرہ ہوتا تھا۔ جب دوسرا مبلغ اس علاقے کا رخ کرتا وہ دیکھتا کہ مناسب جگہ کون سی ہے؟ جہاں پر اس کو کچھ لوگ مل جائیں جن کی مدد سے بآسانی دین اسلام کی تبلیغ کا کام کیا جا سکے تو اس کام کی انجام دہی کیلئے جہاں قیام کرتے وہ جگہ وہی ہوتی تھی جہاں پہلے کوئی نہ کوئی اللہ کا بندہ دین کی دعوت دے چکا ہوتا۔

عثمان بن علی المعروف داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور میں آکر تبلیغ دین کی اور لوگوں کو دین اسلام کی تعلیمات سے آگاہ کیا جس کی وجہ سے ارد گرد بہت سے لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔ پھر جب حضرت خواجہ معین الدین چشتی اس طرف تشریف لائے تو انہوں نے بھی پہلے اسی جگہ قیام کیا کیونکہ پہلے سے لوگ دین کے

بارے میں جانتے تھے ان کی مدد سے لوگوں کو دعوت دینا آسان تھی۔ لہذا اولیاء کرام نے جو جو جگہ مناسب سمجھی یا ان کو جس جگہ کی ذمہ داری سونپی گئی تو انہوں نے وہاں جا کر قیام کیا۔ عبادت و ریاضت بھی جاری رکھی اور ساتھ ساتھ دین اسلام کی تبلیغ کا کام بھی جاری رکھا۔[5]

اس کی مثال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی مبارکہ سے بھی ملتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کچھ دن کے لیے غار حرا میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اس لیے اولیاء کرام پہلے وقتوں میں بھی اور آج کل بھی کچھ نہ کچھ وقت خلوت نشینی میں گزارتے ہیں اور موقع کی مناسبت کے اعتبار سے دین اسلام کی اشاعت کا کام بھی کرتے تھے۔ یہاں یہ بھی یاد رہے کہ ان ہستیوں نے شادیاں بھی کی ان کے حقوق بھی ادا کئے اور گھر والوں کو لاوارث نہیں چھوڑا۔

ناجائز صورت: (یہ وہ صورت ہے جس سے چشتی صوفیا نے اجتناب فرمایا) بعض صوفیائے کی جو دینی تبلیغ کی صورت بیان کی گئی ہے اس کو سامنے رکھ کر رہبانیت اختیار کرنا یعنی گھر بار چھوڑ دینا کہ پیچھے سے بچوں کو سنبھالنے والا کوئی نہ ہو، جنگلوں کا رخ کر لینا کہ وہاں عبادت و ریاضت کی جائے گی اور آپ کے بچے ہیں ان کو لاوارث چھوڑ دینا اور اگر بچے نہیں، بیوی نہیں، تو والدین زندہ ہیں ان کی خدمت ترک کر کے چلے جانا جائز نہیں ہے۔ اہل و عیال کے حق میں ناانصافی کرنے کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت نہیں دی۔ حدیث نبوی ہے:

عن سعد بن ابي وقاص، قال: لما كان من امر عثمان بن مظعون الذي كان من ترك النساء، بعث إليه رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال:"يا عثمان إني لم اومر بالرهبانية ارغبت عن سنتي؟"، قال: لا، يا رسول الله، قال: "إن من سنتي ان اصلي، وانام، واصوم، واطعم، وانكح , واطلق، فمن رغب عن سنتي، فليس مني يا عثمان، إن لاهلك عليك حقا، ولنفسك عليك حقا". قال سعد: فوالله لقد كان اجمع رجال من المسلمين على ان رسول الله صلى الله عليه وسلم إن هو اقر عثمان على ما هو عليه ان نختصي فنتبتل.[6]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: جب سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا معاملہ پیش آیا جنہوں نے عورتوں سے ترک تعلق کر لیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بلایا اور فرمایا: ”اے عثمان! مجھے رہبانیت کا حکم نہیں دیا گیا ہے، کیا تم میری سنت سے بیزار ہو گئے ؟“ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ایسا نہیں ہے، فرمایا: ”پھر میری سنت تو یہ ہے کہ رات کو نماز پڑھتا ہوں تو سوتا بھی ہوں، روزہ رکھتا ہوں تو افطار بھی کرتا رہتا ہوں کھاتا بھی ہوں، نکاح بھی کرتا ہوں اور طلاق بھی دیتا ہوں۔ پس جس نے میرے طریقے سے بے رغبتی کی وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔“ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم اللہ کی صحابہ نے یہ تہیہ کر لیا تھا کہ اگر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اس حالت پر بر قرار رہنے کی اجازت دے دی تو ہم سب اپنے آپ کو خصی بنا لیتے اور عورت سے ترکِ تعلق کر لیتے۔

ایک دوسری حدیث میں عبادت کے لئے گھر بار چھوڑنے اور عبادت کرنے کا متبادل راستہ بھی بتایا:

وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ قَالَ يَا رَسُوْلَ االلهِ (صلى الله عليه وسلم) ائْذَنْ لَنَا فِي الْإِخْتِصَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ االلهِ صلى الله عليه وسلم لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَصَى وَلَا اَخْتَصَى اِنَّ خِصَاءَ اُمَّتِ الصِّيَامُ فَقَالَ ائْذَنُ لَنَا فِي السِّيَاحَةِ فَقَالَ اِنَّ سِيَاحَةَ أُمَّتِي الْجِهَادُ فِي سَبِيْلِ االلهِ فَقَالَ اَئْذَنْ لَنَا فِي التَّرَهُّبِ فَقَالَ اِنَّ تَرَهُّبَ أُمَّتِي الْجُلُوْسُ فِي الْمَسَاجِدِ اِنْتِظَارَ الصَّلَاةِ۔ [7]

حضرت عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھ کو خصی (نامرد) ہونے کی اجازت دیجئے (تا کہ زنا میں مبتلا ہونے کا خدشہ نہ رہے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ وہ آدمی ہم میں سے نہیں ہے (یعنی ہماری سنت کے راستے سے ہٹا ہوا ہے) جو کسی کو خصی کرے یا خود خصی ہو جائے (بلکہ) میری امت کے لئے خصی ہونا روزہ رکھنا ہے (کیونکہ روزہ رکھنے سے شہوت جاتی رہتی ہے) حضرت عثمان نے عرض کیا کہ پھر مجھے سیر و سیاحت کی اجازت عنایت فرمائی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت کی سیاحی یہ ہے کہ اللہ کے راستہ میں جہاد کیا جائے۔ انہوں نے پھر عرض کیا کہ اچھا تو پھر مجھے راہب بننے (دنیا چھوڑ کر خود کو عبادت کے لئے خاص کر لینے) کی اجازت دے دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت کا راہب بننا یہی ہے کہ مسجدوں میں نمازوں کے انتظار میں بیٹھا جائے۔

آج اگر کوئی بندہ اللہ کو پانے کے لئے راستہ چاہتا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے آسان راستہ بتا دیا ہے جو ایک صحابہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ اگر تم چاہتے ہو دنیا چھوڑ دو، کاروبار چھوڑ دو تو یہ میرا راستہ نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ وہ آدمی ہم میں سے نہیں ہے یعنی ہماری سنت کے راستے سے ہٹا ہوا ہے جو کسی کو خصی کرے یا خود خصی ہو جائے یعنی عبادت کی خاطر شادی نہ کرے۔ اس پر درباروں پہ بیٹھے ملنگ کو سوچنا ہو گا اور فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت کا راہب بننا یہی ہے کہ مسجدوں میں نمازوں کے انتظار میں بیٹھا جائے۔ آج بد نصیبی ہے لوگوں کی کہ اللہ کو پانے کے لئے گھر کے قریب تھی جو وہ مسجد ہی چھوڑ دی باقی دور دور تک گئے رب کو پانے کے لئے چلہ کرنے کے لئے، مجاہدے کرنے کے لئے، لیکن جہاں رب تھا جو رب کا گھر تھا بس وہاں نہیں جا سکے جس کی وجہ سے رب کو نہ پا سکے۔ قران مجید میں ہے:

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ۔[8]

"اور رہبانیت (یعنی عبادتِ الٰہی کے لئے ترکِ دنیا اور لذّتوں سے کنارہ کشی) کی بدعت انہوں نے خود ایجاد کر لی تھی، اسے ہم نے اُن پر فرض نہیں کیا تھا، مگر (انہوں نے رہبانیت کی یہ بدعت) محض اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے (شروع کی تھی)۔"

تصوف یہ نہیں کہ آپ دوکان بند کر دیں، کاروبار نہ کریں اور نہ ہی یہ طریق چشتی صوفیا کا ہے۔ اور اللہ والا بننے کے لئے گھر بیٹھ جائیں یا پیر صاحب کے پاس بیٹھ یا شادی نہ کریں یا جنگلوں ویرانوں میں، یا درباروں پر ڈیرے ڈال لیں، ایسے کاموں کو راہبانیت کہتے ہیں اور اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا اور یہاں واضح کر دوں کہ رہبانیت سے مراد، بے رغبتی اور کنارہ کشی ہے۔ اصطلاحاً نفسانی لذّات سے دستبردار ہونا اور دنیاوی فرائض سے کنارہ کشی کی راہ اپنانا، سماجی ذمہ داریوں سے راہ فرار اختیار کرتے ہوئے جنگلوں اور ویرانوں کا رخ کرنا، بیوی، بچوں اور معاشرتی زندگی کی دیگر مصروفیات سے منہ موڑ کر غاروں کی خلوتوں اور جنگلوں کی تنہائیوں میں ڈیرہ لگانا اور وہیں رہ کر کثرتِ عبادت و مجاہدہ بلکہ نفس کشی کے ذریعے وصالِ حق کی جستجو کرنا رہبانیت ہے۔ اس کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت نہیں دی بلکہ فرمایا تمہارا مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھ جانا راہبانیت ہے۔ وہاں بیٹھ جاؤ رب مل جائے گا۔

مآخذِ تصوف کا قرآنی اصول

چشتی صوفیا کے کی تعلیم و تربیت کے اصول و مناہج میں تصوف کا اول مآخذ قرآن ہے۔ ملفوظات چشتی صوفیا میں زیادہ رنگ جو نظر آتا ہے وہ ہے دنیا سے مناسب تعلق چشتی سلسلہ کے عظیم معاصر صوفیاء میں مفسر قرآن ابو النصر منظور احمد شاہ لکھتے ہیں:

بندہ مومن اور دنیا کی مثال اس کشتی جیسی ہے جو سمندر میں تیر رہی ہے اگر کشتی پانی کی سطح پر ہے تو منزل تک پہنچے گی اور اگر پانی کشتی میں بھر گیا تو ڈوب جائے گی اور منزل تک نہ پہنچ سکے گی۔ بالکل مومن اور دنیا بھی ایسے ہی ہیں اگر دنیا پر مومن سوار رہا تھا منزل تک پہنچے گا اور اگر دنیا مومن کے اندر رچ بس گئی تو منزل سے دور ہو جائے گا۔[9]

یہی وجہ ہے کہ چشتی صوفیا کے ملفوظات و تعلیمات کے مطابق اہل تصوف دل سے محبت دنیا کو نکالنے پر زور دیتے ہیں کیونکہ اس دنیا نے انسان کو اپنے ظاہری چمکدار چہرے کے ذریعے دھوکہ دیا ہے اور اسی چمک دمک کے نتیجے میں وہ آخرت کو بھول بیٹھا ہے۔ انسان یہ سمجھنے لگتا ہے کہ وہ ہمیشہ اسی دنیا میں رہے گا اور اسی کو ابدی خیال

کرتا ہے، اپنی امیدوں کو اسی سے جوڑ لیا اور اپنی روح کو بھی اسی سے مربوط کر لیا۔ وہ سوچتا ہے کہ اسے خسارہ نہیں ہو رہا اور نہ ہی کبھی خسارہ ہو سکے گا۔

حُبُّ الدُّنْيَا رَاسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ.[10]

''دنیا کی محبت ہر برائی کی بنیاد ہے۔''

یہاں اس بات کی وضاحت کر دوں کہ دنیا کیا ہے؟ ہر وہ شئے جو اللہ کی یاد سے غافل کر دے وہ دنیا ہے۔ ہر نعمت رحمت بھی زحمت بھی ہے جیسے اولاد نعمت ہے لیکن جب اولاد کی محبت میں انسان اپنے رب کو بھول جائے حلال و حرام کی پرواہ نہ رہے تو وہی اولاد دنیا کا روپ اختیار کر لیتی ہے۔ تو کیا اس کا مقصد ہے کہ انسان اولاد کو گھر بار کو چھوڑ دے؟ بالکل ایسا نہیں ہے بلکہ انہیں کے اندر رہ کر رب کو پالینا تصوف ہے۔ جیسا کہ اس کی پیچھے مثال بیان ہوئی کہ یوں سمجھیں کہ جیسے پانی ہے تو کشتی کو کنارہ مل سکتا ہے اور اگر پانی نہیں تو کشتی کو کنارہ نہیں مل سکتا اور دوسری بات یہ ہے کہ پانی کشتی کے نیچے رہ تو ہی ملاح کی کامیابی ہے۔ ہاں قدرے ضرورت پینے کے لئے گھڑا ابھر کر کشتی میں رکھا تو نقصان نہیں اور اگر پانی کشتی میں آیا اور کشتی بھر گئی تو کشتی بھی ڈوبی اور ملاح بھی۔

دنیا کی مثال بھی ایسی ہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شادیاں کیں، کاروبار کیا اور کائنات کے سب سے بڑے راہبر و راہنما بھی ثابت ہوئے دنیا کو بھی وقت دیا شادیاں بھی کیں بیٹیوں کی شادیاں بھی کیں داماد تھے، خاندان تھا اہل بیتِ اطہار تھے لیکن راتیں عبادت الٰہی میں ایسی گزریں کہ قیامت تک ان کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ لیکن آج اگر کوئی اس طریقہ سے پھر جاتا ہے، جان بوجھ کر شادی نہیں کرتا، گندے بال، برا حال کر لیتا ہے تو یہ تصوف نہیں ہے۔

عملی تربیت کا اصول و منہج

چشتی صوفیا کے ملفوظاتی ادب کا بغور جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ مریدین و سالکین کی تربیتِ اسلامی میں عمل کر کے دیکھانے کا اصول و منہج واضح ہے۔ جیسا کہ انکے ملفوظات و اقوال سے یہ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک قرآن کی عملی تفسیر مومن کا کردار ہے اور یہی اصول چشتی صوفیا کی زندگیوں میں نظر آتا ہے۔ وہ ہمیشہ اللہ کو سامنے تصور کرتے جیسا کہ قرآن میں ہے:

اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى (13) اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى (14) كَلَّا لَىِٕنْ لَّمْ يَنْتَهِ ﳔ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ (15) نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ[11]

بھلا دیکھو تو اگر اس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا (تو کیا حال ہو گا)۔ کیا اسے معلوم نہیں کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ ہاں ہاں یقینا اگر وہ باز نہ آیا تو ضرور ہم پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے۔ وہ پیشانی جو جھوٹی خطا کار ہے۔

چشتی صوفیا کے ملفوظات و اقوال اور تمام تعلیمات، ہدایات، مجاہدات اور معمولات کا مرکز صرف اتنا ہے کہ انسان اپنے اندر احسان کے جذبہ کو مضبوط کرے اور یاد رہے کہ ہمارے ہاں عام طور پر احسان کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ کسی انسان پر احسان کرنا جبکہ یہاں احسان سے مراد یہ نہیں ہے بلکہ احسان سے مراد ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو یا پھر کم از کم اس طرح اللہ کی عبادت کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اوپر جو حدیث ذکر کی گئی ہے اس میں یہی ذکر ہے۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ ، مَا الْإِحْسَانُ ؟ قَالَ : " الْإِحْسَانُ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ ،. [12]

''پھر اس نے احسان کے متعلق پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احسان یہ کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اگر یہ درجہ نہ حاصل ہو تو پھر یہ تو سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔''

آج اپنے معاشرے کا حال دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ لوگ اللہ سے نہیں ڈرتے دنیا سے ڈرتے ہیں اس کی مثال آج کے دور کے جدید کیمرے ہیں کہ آپ نے دیکھا ہوگا لکھا ہوتا ہے خبردار آپ کو کیمرہ کی آنکھ دیکھ رہی ہے اور اس طرح سے لوگ کبھی اپنے رب سے نہیں ڈرتے تھے مگر کیمرہ سے ڈرتے ہیں۔ لیکن تصوف کی تمام تر تعلیمات ہی اسی حدیث کے گرد گھومتی ہیں کہ ''اللہ دیکھ رہا ہے۔ اہل تصوف زندگی کے ہر لمحے میں یہ تصور رکھتے ہیں کہ وہ جہاں بھی ہیں جس حال میں بھی ہیں اللہ دیکھ رہا ہے۔ کاش! کہ آج کے دور میں اگر ہر انسان یہ روحانی طور پر اپنے اندر پختہ یقین کرلے کہ اسے اللہ دیکھ رہا ہے تو وہ کبھی بری آنکھ سے کسی کو نہیں دیکھے گا۔ زانی اگر یہ تصور پختہ کرلے تو وہ زنا نہیں کرے گا۔ چور چوری نہیں کرے گا، ظالم ظلم نہیں کرے گا، بد دیانیت بد دیانتی نہیں کرے گا، ترازو والا کم نہیں تولے گا، الغرض معاشرہ ہر گناہ سے پاک ہو جائے گا اور یہی تصوف کا مشن ہے اور اسی کی تربیت دی جاتی ہے تصوف میں۔

استحکام تعلق باللہ کا منہج و اصول

چشتی صوفیا کے کی تعلیم و تربیت کے اصول و مناہج میں ایک منہج و اصول تعلق باللہ ہے جس کیلئے قرآن و حدیث کی روشنی میں مشاہدہ حق کی تعلیم و تربیت دیتے ہیں جس کی بنیاد حدیث جبرائیل ہے اس حدیث میں دیکھا جائے تو جبرائیل نے کہا

"یارسول الله اخبرنی عن الاحسان "بتائیں احسان کیا ہے ؟ فرمایا "ان تعبد الله کانک تراه" عبادت یوں کر کہ تو خدا کو دیکھتا ہو "فان لم تکن تراه فانه یراک "اگر یہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی پھر عبادت یوں کر کہ اللہ تجھے دیکھتا ہے۔ تو خدا کو دیکھے اسے مشاہدہ کہتے ہیں اور خدا تجھے دیکھے اسے مراقبہ کہتے ہیں۔

اللہ دیکھ رہا ہے، مشاہدہ اور مراقبہ ہی وہ تصورات ہیں جو بندے کو قرب الٰہی کا شرف عطا کرتے ہیں اور ایک حدیث مبارکہ جس میں حضرت ابو مالک الاشعری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آقا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یا أیهاالناس اسمعوا واعلقوا واعلموا أن الله عبادًا لیسوا بأنبیاء ولا شهداء، یغبطهم الانبیاء والشهداء علی مجالسهم وقربهم من االله انعتهم لنا

"لوگو! میری بات سنو سمجھ اور جان لو! میری امت میں کچھ اللہ کے بندے ایسے بھی ہوں گے جو نہ تو نبی ہوں گے، نہ شہید ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ انہیں اپنی مجلس اور قرب میں قیامت کے دن عرش کے ارد گرد اس طرح قریب کر کے بٹھائے گا کہ انبیاء اور شہداء کو بھی ان پر رشک آئے گا"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بات سن کر ایک صحابی کھڑے ہو گئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! نبی اور شہید نہ ہونے کے باوجود اللہ کے قرب و حضور میں اس طرح بٹھائے جانے والے وہ لوگ کون ہوں گے ؟ اس کا جواب دیتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: هم ناس من أفناء الناس ونوازع القبائل لم تصل بینهم أرحام متقاربة

"میری امت میں مختلف علاقوں، مختلف ملکوں، مختلف قبیلوں، مختلف معاشروں کے یہ لوگ وہ ہوں گے کہ ان کے درمیان کوئی خونی رشتہ نہیں ہو گا۔" مگر تحابوا فی االله وتصافوا

"وہ اللہ کی مخلوق سے آپس میں اللہ کے لیے محبت کریں گے اور اُن کے دل صوفی و صافی ہوں گے۔"

یعنی ان کے دلوں میں کوئی کدورت نہیں ہو گی اور سارا تصوف دلوں کی کدورتوں کو ختم کر دینے کا نام ہے۔ تصوف دلوں کی رنجش مٹا دینے کا نام ہے۔ تصوف دلوں کی تنگ نظری کو وسعت میں بدل دینے کا نام ہے۔ تصوف تکبر کو مٹا کر تواضع لانے کا نام ہے۔ تصوف بخیلی، کنجوسی ختم کر کے سخاوت لانے کا نام ہے۔ تصوف نفرت مٹا کر محبت لانے کا نام ہے۔ تصوف تفرقے مٹا کر وحدت کرنے کا نام ہے۔ تصوف نفرت کا بخار مٹا کر محبت و پیار لانے کا نام ہے۔ پھر آپ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یضع الله لهم یوم القیامة منابر من نور فیجلسهم علیها فیجعل وجوه هم نورا وثیابهم نورا یفزع الناس یوم القیامة ولا یفزعون.

''اللہ انہیں قیامت کے دن نور کے منبروں پر بٹھائے گا۔ ان کے چہرے اور لباس منور ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب لوگ ڈر رہے ہوں گے، انہیں ڈر نہیں ہو گا۔''

وهم أولياء االله الذين لا خوف عليهم ولا هم يحزنون.[13]

''یہی صوفیاء و اولیاء ہوں گے جنہیں نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

ارشاد فرمایا:

متحابون بجلال االله، وتصافوا فيه، وتزاوروا فيه، وتباذلوا فيه.[14]

''یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی خاطر محبت عام کریں گے، ان میں صفائے قلب ہو گی، ایک دوسرے کی ملاقات اور زیارت کے لیے جائیں گے اور ایک دوسرے پر خرچ کریں گے، یعنی سخی ہوں گے۔''

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملک شام کے لئے فرمایا:

أتدرى ما يقول االله في الشام؟ إن االله يقول: يا شام! أنت صَفْوَتِيْ من بلادي.[15]

''جانتے ہو کہ اللہ نے شام کے بارے میں کیا کہا؟ (پھر آقا علیہ السلام نے خود جواب دیا:) بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے شام! تو میرے شہروں میں سے میرا منتخب شہر ہے۔''

ملفوظاتِ چشتیہ اور اس حدیث مبارکہ کو ذہن میں رکھتے ہوئے گویا صوفی اللہ کو سامنے پانے اور مشاہدہ و مراقبہ میں وہ تصور الٰہی اور یادِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں اور یہ صافی دل رکھنے والے اولیاء اللہ اور صوفی سب کے خیر خواہ ہوتے ہیں۔ ان کے دل صاف اور کشادہ ہوتے ہیں، ان کے دلوں میں فراخی، سخاوت، شفقت، رحمت اور وسعت ہوتی ہے۔ ایک اور حدیث میں بھی آپ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی الفاظ استعمال فرمائے۔

اصول و منہج بمطابق تعلیمات قرآنی

چشتی صوفیاء کے اقوال و ملفوظات کے مطابق تصوف کا راستہ وہی ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور یہی اصول سلسلہ چشتیہ میں چلا آرہا ہے۔ جب بھی کوئی شیخ کا مرید ہوتا ہے تو اسے گناہوں سے اجتناب پر عہد لیا جاتا ہے بالکل ویسے ہی جیسے قرآن میں کہ:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ.[16]

اے نبی! جب آپ کی خدمت میں مومن عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور چوری نہیں کریں گی اور بدکاری نہیں کریں گی اور اپنی اولاد کو

قتل نہیں کریں گی اور اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان سے کوئی جھوٹا بہتان گھڑ کر نہیں لائیں گی (یعنی اپنے شوہر کو دھوکہ دیتے ہوئے کسی غیر کے بچے کو اپنے پیٹ سے جنا ہوا نہیں بتائیں گی) اور (کسی بھی) امرِ شریعت میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی، تو آپ اُن سے بیعت لے لیا کریں اور اُن کے لئے اللہ سے بخشش طلب فرمائیں، بیشک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

جیسے آپ نے عورتوں کو بیعت کیا ان سے عہد لیا ایسے ہی مردوں سے بھی عہد لیا جس متعد احادیثِ مبارکہ میں صحابہ کرام سے بیعت لینے کا واقعہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے روایت کیا وہ مذکور ہے جو غزوۂ بدر میں شریک تھے اور بیعت عقبہ والوں میں ایک نقیب تھے۔ جب صحابہ کرام رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کرنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا:

بَيِعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِااللّٰه شَيْئًا، وَلَا تَسْرِقُوا، وَلَا تَزْنُوا، وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ، وَلَا تَتُوا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ، وَلَا تَعْصُوا فِي مَعْرُوفٍ، فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اِاللّٰه، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اُللّٰه فَهُوَ إِلَى اِاللّٰه إِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَإِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ۔ فَبَيَعْنَهُ عَلَى ذٰلِك.[17]

مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے، چوری نہیں کرو گے، زنا نہیں کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے، جانتے بوجھتے کسی پر بہتان نہیں باندھو گے اور نیکی کے کاموں میں نافرمانی نہیں کرو گے۔ تم میں سے جس نے یہ عہد پورا کیا تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر اور جو ان میں سے کسی کے اندر مبتلا ہو جائے اور دنیا میں اس کی سزا ملی تو وہ اس کا کفارہ ہو گیا اور جو ان میں سے کسی بات میں پڑا، پھر اللہ نے اس پر پردہ ڈالے رکھا تو وہ اللہ کے سپرد کہ چاہے معاف فرمائے اور چاہے اسے سزا دے۔ ہم نے اس بات پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی۔

ملفوظات و اقوال چشتی صوفیا اور مذکورہ بالا تصریحات سے معلوم ہوا کہ طریق تصوف وہی ہے جو طریق قرآن ہے اور طریق قرآن کے مطابق نیکی اور بھلائی کے کاموں پر بیعت لینا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے یہ سنت آج تک جاری ہے۔ صلحائے امت عامۃ الناس سے صراطِ مستقیم پر چلنے کے لیے بیعت لیتے ہیں۔ لہٰذا کسی کے ہاتھ پر بیعت کرنا واجب تو نہیں ہے لیکن بیعت کرنے سے مراد یہی ہوتا ہے کہ بندہ کسی کی پیروی کرے یعنی جو شخص اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات کو ماننے والا ہو، عوام اس کی پیروی کرے۔ کیونکہ عامۃ النّاس اس قابل نہیں ہوتے کہ قرآن وحدیث اور علوم اسلامیہ میں مہارت رکھتے ہوں۔ اس لیے راہِ حق پر چلنے کے لئے انہیں کسی معتبر ہستی کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔

ذکر و فکر کا تربیتی منہج و اصول

چشتی صوفیاکے کی تعلیم و تربیت کے اصول و مناہج میں ذکر و فکر کا منہج و اصول ہے کہ ان خانقاہوں میں مجالس منعقد ہوتی تھی جس میں شیخ کامل مریدین اور طالبانِ حق کو قرآن کے اسرار رموز کی تعلیم دیتا۔ چشتی صوفیاء کے ہاں فہمِ قرآن کے اہم مناہج میں سے ایک نمایاں منہج مجالسِ ذکر و فکر کا اہتمام تھا۔ خانقاہوں میں باقاعدگی کے ساتھ ایسی روحانی و علمی مجالس منعقد ہوتی تھیں جہاں شیخ کامل اپنے مریدین اور طالبانِ حق کو قرآن کریم کی تعلیمات، اسرار و رموز اور معانی و مطالب سے روشناس کرواتے تھے۔ ان مجالس میں ذکرِ الٰہی، تلاوتِ قرآن، وعظ و نصیحت اور فکری گفتگو کے ذریعے قرآن کی گہرائیوں کو سمجھنے کا موقع فراہم کیا جاتا تھا۔ قرآن کریم میں تدبر و تفکر کی بار بار تلقین کی گئی ہے: "أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ"[18]

کیا وہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے؟

چشتی مشائخ نے اس قرآنی حکم کو عملی جامہ پہناتے ہوئے ایسی مجالس کا اہتمام کیا جہاں نہ صرف قرآن کی تلاوت ہوتی بلکہ اس پر غور و فکر بھی کیا جاتا تھا۔ ان مجالس میں شیخ اپنے تجربات اور روحانی بصیرت کی روشنی میں قرآن کی تشریح کرتے، جبکہ مریدین ادب و احترام کے ساتھ سن کر اپنی روحانی تربیت حاصل کرتے تھے۔ اس طرح مجالسِ ذکر و فکر چشتی صوفیاء کے ہاں فہمِ قرآن کا ایک مؤثر اور زندہ منہج بن کر سامنے آتی ہیں۔ حضرت نظام الدین اولیاء کی مجالس کے بارے میں فوائد الفواد میں مذکور ہے:

"حضرت نظام الدین اولیاء کی مجلس میں قرآن کریم کی تلاوت اور اس کے معانی پر غور و فکر کا خاص اہتمام ہوتا تھا۔ آپ مریدین کو نصیحت فرماتے کہ قرآن کی آیات کو صرف پڑھنا کافی نہیں بلکہ ان میں تدبر کرنا ضروری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ۔ آپ کی مجلس میں ذکرِ الٰہی، وعظ و نصیحت اور قرآن کی تشریح ساتھ ساتھ ہوتی تھی، جس سے حاضرین کے دلوں میں قرآن کی محبت اور اس کی سمجھ پیدا ہوتی تھی۔"[19]

چشتی مجالس میں تلاوت کے ساتھ تدبرِ قرآن کو بھی بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کی مجالس کے بارے میں خیر المجالس میں بیان ہے:

"حضرت چراغ دہلوی کی مجالس میں ذکر و فکر کا ایسا ماحول ہوتا تھا کہ حاضرین پر روحانی کیفیت طاری ہو جاتی۔ آپ قرآن کریم کی آیات کی تلاوت کرتے اور پھر ان کے معانی بیان کرتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا: اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، اور اسی نور کو سمجھنے کے لیے دل کا پاک ہونا

ضروری ہے۔ آپ کی مجالس میں ذکرِ الٰہی، خاموش تفکر اور قرآن کی تعلیم ایک ساتھ چلتی تھی، جس سے مریدین کے اندر روحانی بصیرت پیدا ہوتی تھی۔"[20]

چشتی مجالس میں ذکر اور تفکر کے امتزاج سے قرآن کی گہری سمجھ پیدا کی جاتی تھی۔ حضرت عبدالقدوس گنگوہی کی مجالس کے بارے میں مکتوباتِ قدوسیہ میں مذکور ہے:

"حضرت عبدالقدوس گنگوہی اپنے مریدین کو مجالسِ ذکر و فکر میں قرآن کریم کی آیات کی طرف متوجہ کرتے اور فرماتے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، اس میں غور و فکر کرنے سے دل کو نور حاصل ہوتا ہے۔ آپ اکثر یہ آیت پڑھتے: كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ، اور اس کی روشنی میں مریدین کو نصیحت کرتے کہ وہ قرآن کی آیات میں تدبر کریں۔ آپ کی مجالس میں ذکر، مراقبہ اور قرآن فہمی کا ایک حسین امتزاج پایا جاتا تھا۔"[21]

چشتی صوفیاء کے ہاں مجالسِ ذکر و فکر فہمِ قرآن کے ایک نہایت مؤثر اور جامع منہج کی حیثیت رکھتی تھیں۔ ان مجالس میں تلاوتِ قرآن، ذکرِ الٰہی اور تدبر و تفکر کو یکجا کیا جاتا تھا، جس سے قرآن کی ظاہری اور باطنی دونوں جہات واضح ہوتی تھیں۔ قرآن کریم کی آیات، جیسے "أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ" اور "لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ" کی روشنی میں چشتی مشائخ نے غور و فکر کو بنیادی حیثیت دی۔

خلاصہ تحقیق

چشتی صوفیاء کے ملفوظاتی ادب میں جو مریدین و سالکین کی تربیتِ اسلامی کے لئے اصول و مناہج تھے وہ فہمِ قرآن تک محدود نہیں بلکہ سالکین کی عملی تربیتِ اسلامی تک وسعت رکھتے تھے۔ ان کے ہاں تربیت دی جاتی تھی کہ قرآن کو ظاہری و باطنی دونوں پہلوؤں سے سمجھا جائے تاکہ انسان کی روحانی تربیت ممکن ہو۔ ان کے ملفوظاتی ادب میں تربیتِ اسلامی کے منہج و اصول میں شریعت اور طریقت کو لازم و ملزوم قرار دیا گیا ہے یعنی شریعت کے بغیر طریقت اور طریقت کے بغیر شریعت نامکمل ہے، جو موجودہ غلط فہمیوں کی نفی کرتا ہے۔ مزید برآں، چشتی صوفیاء تصوف کا اولین ماخذ قرآن کو مانتے ہیں اور ہر روحانی اصول کو قرآنی تعلیمات کے تابع رکھتے ہیں، یوں خود ساختہ نظریات کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں۔ ان کا ایک نمایاں اصول عملی تفسیرِ قرآن ہے، جس میں وہ صرف اقوال تک محدود نہیں رہتے بلکہ اپنی زندگیوں میں قرآن کی تعلیمات کو نافذ کر کے مثال قائم کرتے ہیں۔ اسی طرح ذکر و فکر کے لیے مراقبہ اور مشاہدہ کا اصول و منہج جو باطنی پاکیزگی اور قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ آخر کار، ان کے ملفوظاتی ادب میں جو مریدین و سالکین کی تربیتِ اسلامی کے لئے اصول و مناہج نزدیک تصوف دراصل قرآن ہی کا عملی اور روحانی پہلو ہے، جس کی بنیاد مکمل طور پر قرآنی ہدایات پر استوار ہے۔

حواشی

[1] رضوی، محمد فیصل خان، ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت پر اعتراضات کا علمی و تحقیقی جائزہ، (لاہور، کتب خانہ امام احمد رضا دربار مارکیٹ اردو بازار، 2019) ص14

[2] داناپوری، طلحہ رضوی برق، ورق ورق آئینہ، (دہلی، عرشیہ پبلیکیشنز، 1988ء) ص38

[3] ڈاکٹر نفیس اقبال، ضربیں (لاہور سنگ میل پبلی کیشنز لاہور 1986ء) ص38

[4] مصباحی، طفیل احمد، مکتوبات و ملفوظاتِ صوفیہ، ص42

[5] محمد رمضان سیالوی، سید ہجویر (لاہور، ادارہ معارف اسلامیہ، 2024ء) ص12

[6] امام مسلم بن حجاج قشیری، صحیح مسلم شریف، (الرقم الحدیث: 1401)۔ 1/128

[7] محمد بن عبد اللہ خطیب، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الاذان (الرقم الحدیث 687)۔ 1/97

[8] سورۃ الحدید: 27

[9] محمد اقبال فریدی، فیوضاتِ فریدی، (ساہیوال، مکتبہ نظامیہ فریدیہ، 2018ء، ص217

[10] محمد بن عبد اللہ خطیب، مشکوٰۃ المصابیح، الرقم الحدیث: 444

[11] العلق: 13 تا 16

[12] ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری، صحیح البخاری، (الرقم الحدیث 4777)۔ 2/339

[13] ابو عبد الرحمن أحمد بن شعیب، السنن الکبری، (رقم: 11236) 6/362

[14] حسام الدین ھندی، علاء الدین علی متقی، کنز العمال. (رقم: 24703) 9/8

[15] ہیثمی، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر. مجمع الزوائد. قاھرہ، 10/58

[16] سورۃ الممتحنۃ: 12

[17] امام مسلم بن حجاج قشیری، صحیح مسلم، کتاب الحدود (الرقم الحدیث: 1709) 3/1333

[18] النساء: 82

[19] امیر حسن سجزی، فوائد الفواد، ص: 112

[20] حمید بن فضل اللہ جمالی، خیر المجالس، ص: 174

[21] عبد القدوس گنگوہی، مکتوباتِ قدوسیہ۔ (لاہور، مکتبہ رحمانیہ، 2000ء) ص: 58

مصادر و مراجع

القرآن الکریم۔

اقبال، ڈاکٹر نفیس، ضربیں، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، 1986ء۔

بخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبد اللہ، صحیح البخاری، بیروت، دار طوق النجاۃ، 1422ھ۔

برق، طلحہ رضوی، ورق ورق آئینہ، دہلی، عرشیہ پبلی کیشنز، 2014ء۔

تبریزی، محمد بن عبد اللہ، ابو عبد اللہ، مشکاۃ المصابیح، بیروت، المکتب الإسلامي، 1405ھ۔

جمالی، حمید بن فضل اللہ، خیر المجالس، دہلی، مطبع نول کشور، 1311ھ۔

رضوی، محمد فیصل خان، ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت کا علمی و تحقیقی جائزہ، لاہور، کتب خانہ امام احمد رضا، دربار مارکیٹ، اردو بازار، 2019ء۔

سجزی، امیر حسن علاء، خواجہ، فوائد الفواد: ملفوظاتِ خواجہ نظام الدین اولیاء، لاہور، ملک سراج الدین اینڈ سنز پبلشرز، 1966ء۔

سیالوی، محمد رمضان، سید ہجویر، لاہور، ادارہ معارف اسلامیہ، 2024ء۔

فریدی، محمد اقبال، فیوضاتِ فریدی، ساہیوال، مکتبہ نظامیہ فریدیہ، 2018ء۔

گنگوہی، عبد القدوس، شیخ، مکتوباتِ چشتیہ، لاہور، الفیصل ناشران و تاجران کتب، 2010ء۔

متقی ہندی، علاء الدین علی بن حسام الدین، علاء الدین، کنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، بیروت، مؤسسة الرسالة، 1401ھ۔

مسلم، مسلم بن حجاج قشیری، ابو الحسین، صحیح مسلم، بیروت، دار إحیاء التراث العربي، 1424ھ۔

مصباحی، طفیل احمد، مکتوبات و ملفوظاتِ صوفیہ، کراچی، مکتبہ اہل سنت، س۔ن۔

نسائی، احمد بن شعیب، ابو عبد الرحمن، السنن الکبری، بیروت، مؤسسة الرسالة، 1421ھ۔

ہیثمی، علی بن ابی بکر، نور الدین ابو الحسن، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، قاہرہ، مکتبة القدسي، 1414ھ۔